نظرات

آہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی

ترکشِ مارا خدنگ آخری!

اس خامۂ حرماں نصیب نے برہان کے ۴۵ برس کے دورِ زندگی میں نہ جانے کتنے مشاہیر عالم و ناموران روزگار کی وفات پر ماتم سرائی کی اور ان کے درد فراق میں رنج والم کے آنسو بہائے ہیں، لیکن واحسرتاہ! آج اسے اس عظیم شخصیت کی جدائی پر نوحہ خوانی کرنا ہے جو خود ندوۃ المصنفین کی بانی مبانی تھی اور جس کا نقش گرم برہان کے اپنے وجود و بقا کا ضامن اور اس کا کفیل تنہا یعنی حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی جو طویل علالت کے بعد ۱۲ر مئی ۱۹۸۴ء کو ساڑھے تین بجے بعد ظہر جان جان آفریں کو سپرد کر کے رحلت گزائے عالم جاودانی ہوئے، ۱۳ر کو دلی کی جامع مسجد میں ۸ بجے صبح کو نماز جنازہ ہوئی جس میں مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر جماعت کے ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی اور مہندیوں کے قبرستان میں جسے شاہ ولی اللہ الدہلوی اور آپ کے خانوادۂ گرامی نے برصغیر کا جنت البقیع بنادیا ہے، تدفین ہوئی، اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

مفتی صاحب کی ذات اور شخصیت ایسے اوصاف و کمالات کی جامع تھی جن کا

فی زمانہ شخص واحد میں جمع ہونا شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے۔ آپ دیوبند کے نامی گرامی خاندان عثمانی کے چشم و چراغ تھے جو اپنے علمی و دینی امتیازات و خصوصیات کے باعث نہ صرف قصبہ میں بلکہ پورے ضلع میں نہایت ممتاز رہا ہے، مفتی صاحب کے جد امجد مولانا فضل الرحمٰن دار العلوم دیوبند کے چار بانیوں میں سے ایک تھے اور خود بڑے صاحب علم و فضل تھے، مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جو اولاد ذکور عطا فرمائی ان میں شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دار العلوم دیوبند بھی تھے جو آسمان علم و فضل اور افق شریعت و طریقت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور ایک عالم کو اپنی ضیا بخشیوں سے منور کر گئے، ان ہر سہ اصحاب ثلاثہ میں موخر الذکر دونوں بزرگ لاولد تھے البتہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور متعدد بیٹیاں عطا فرمائیں۔ ان دو بیٹوں میں بڑے صاحبزادہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی تھے اور ان کے برادر خورد قاری جلیل الرحمٰن عثمانی ہیں جو دار العلوم دیوبند میں درجہ تجوید و قرأت کے پرانے استاد ہیں۔

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی بچپن سے ہی بڑے ہونہار تھے، نہایت ذہین و ذکی، حافظہ مضبوط۔ لکھنے پڑھنے کے شوقین، طبیعت کے نیک اور صالح، ان اوصاف کے باعث حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے بڑی محبت تھی اور آپ نے ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی، چنانچہ سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید تجوید و قرأت کے ساتھ حفظ کیا، پھر دار العلوم کے درجہ فارسی میں داخل ہوئے تو اس درجہ کے صدر مولانا محمد لیسین صاحب تھے، یہ فارسی کے نامور اور بڑے لائق و فاضل استاد تھے، مفتی صاحب نے ان سے خاطر خواہ

استفادہ کیا جس کی وجہ سے ان کا فارسی ادب اور شعروشاعری کا ذوق اعلیٰ اور رگ رگ میں رچا بسا تھا۔ فارسی درجہ کی پنج سالہ تعلیم کی تکمیل کے بعد مفتی صاحب عربی کے درجہ میں داخل ہوئے تو سبحان اللہ! یہاں کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ یہ زمانہ دارالعلوم کے شباب اور اوج کمال کا تھا، ہر استاد اپنے فن میں نابغہ روزگار اور سید ان تعلیم و تربیت کا شہسوار، علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور علوم کے درس کی وہ گرم بازاری تھی کہ پورا برصغیر اس کے زمزموں سے گونج رہا تھا، مفتی صاحب اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت اور شوق و ذوق طلب علم کے باعث اس سرچشمۂ فیوض و برکات سے سیرابی و کام جوئی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ہر درجہ میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتے چلے گئے، اور آخر میں دورۂ حدیث میں بھی فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔

طالب علمی سے فراغت کے بعد ان کو درس اور افتار کی خدمات سپرد کی گئیں، حسن تقریر کا ملکہ خداداد تھا اور استعداد پختہ، جلد ہی مدرس اور مفتی کی حیثیت سے دارالعلوم میں ان کی شہرت ہوگئی، پھر حضرت شاہ صاحب اور دوسرے اکابر کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں منتقل ہوئے تو وہاں طبقۂ علیا کے استاد اور مفتی کی حیثیت سے یہ دونوں خدمات بحسن و خوبی انجام دیتے رہے، ڈابھیل میں چند برس قیام کے بعد کلکتہ پہونچے، وہاں کولوٹولہ اسٹریٹ کی مسجد میں برسوں خطیب رہے اور ساتھ ہی درس قرآن کا مشغلہ جاری رہا۔ قیام کلکتہ کے زمانہ میں ہی انھوں نے اسلامیات پر معیاری کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ان کی عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ اشاعت کی غرض سے ایک ادارہ قائم کرنے کا منصوبہ بنالیا۔

چنانچہ ۱۹۳۸ء میں وہ دہلی آ گئے اور یہاں ندوۃ المصنفین اور مجلہ برہان کی بنا ڈالی، ان برسوں میں اس ادارہ اور اس کے مجلہ نے علم و ادب اور اسلامیات کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ سب پر روشن ہیں۔ یہ سب کچھ بلاشبہ مفتی صاحب کی غیر معمولی قوت عمل، جذبہ، فہم و فراست اور حسن نظم و نسق کے باعث ممکن ہو سکا۔

ایک انسان کا زندگی میں عظمت اور کامیابی حاصل کرنا تین چیزوں پر موقوف ہے، جذبہ، شعور اور قوتِ عمل، مفتی صاحب میں یہ تینوں اوصاف بدرجۂ اتم تھے، دارالعلوم کی روایات کے مطابق استخلاص وطن کا جذبہ شروع سے تھا اس لئے انھوں نے کانگرس کی تحریک آزادی اور اس سلسلے میں اس کے منصوبوں اور پروگراموں کی ہمیشہ تائید و اعانت کی، جمعیت علمائے ہند کے صف اول کے زعماء میں ان کا شمار ہوتا تھا، ۱۹۶۳ء میں صدارت کے معاملہ میں ان کے ساتھ ناانصافی ہوئی تو وہ جمعیت سے کنارہ کش ہو گئے اور اب آل انڈیا مجلس مشاورت ان کی عملی سرگرمیوں کی جولانگاہ بن گئی، مفتی صاحب کی شخصیت اور ملک میں ان کے وقار اور حیثیت سے ہر طبقہ اور ہر جماعت کے لوگوں نے فائدہ اٹھایا، لیکن مفتی صاحب جس کھلے دماغ کے انسان تھے اس کا ساتھ بہت کم لوگ دے سکے اس لئے افسوس ہے کہ مجلس مشاورت میں کھنڈت پڑ گئی اور مجلس کے متعلق مفتی صاحب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا جس کا رنج ان کو آخر تک رہا۔

مفتی صاحب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک نہایت پختہ استعداد کے وسیع النظر عالم دین ہونے کے باوصف ایک بلند پایہ سیاسی رہنما بھی تھے، جو بات کہتے دماغ سے اتار کر کہتے تھے، تقریر اور تحریر دونوں کا اسلوب بڑا دل نشیں اور موثر ہوتا تھا۔ اسلامی معاشرہ اور عام پبلک میں ان کا بڑا اعتبار تھا اور دوسری جانب گورنمنٹ بھی ان کا بڑا لحاظ رکھتی اور ان کی عزت کرتی تھی، وہ نہایت بے لوث و بے غرض، حد درجہ خود دار، حق گو اور بیباک انسان تھے، انھوں نے اپنے اثر و رسوخ سے ہزاروں کو فائدہ پہونچایا۔ مگر کبھی کسی سے فائدہ کی امید نہ باندھی، وہ اگر پسند کرتے تو گورنمنٹ سے انھیں کیا کچھ نہ مل سکتا تھا، لیکن جس رزق سے پرواز میں گوتاہی کا اندیشہ ہو مرحوم کو طبعاً اس سے نفرت تھی، اخلاق و شمائل اور عادات و خصائل کے اعتبار سے وہ بڑے پاکیزہ سرشت اور بلند مرتبہ انسان تھے، عمر ۸۴ برس کی ہوئی، ان کی وفات بے شبہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم حادثہ ہے جس کو جلد نہ بھلایا جاسکے گا، اللھم اغفرلہ وارحمہ وبرد مضجعہ۔

پس ماندگان میں ایک اہلیہ جو کم و بیش اٹھارہ برس سے خود صاحب فراش اور سخت علیل ہیں اور چار بیٹے اور ایک بیٹی ہیں، سب سے بڑے بیٹے مجیب الرحمٰن عرصہ سے جلشہ میں برسر روزگار ہیں، باقی سب اولاد یہیں دلی میں ہے، ان میں سے دوسرے بیٹے منیب الرحمٰن اپنے کاروبار کر رہے ہیں، سب سے چھوٹے فرزند نجیب الرحمٰن سرکاری ملازمت میں ہیں۔ تیسرے بیٹے عمید الرحمٰن نے ادارہ اور برہان کے نظم و نسق سنبھال رکھا

ہے اور ماشاء اللہ بڑی سوجھ بوجھ اور محنت سے کام کر رہے ہیں، صاحبزادی اپنے دونوں بچوں کے ساتھ ہمیشہ مفتی صاحب کے ساتھ رہی ہیں اور تمام خانگی انتظامات انھیں کے سپرد رہے ہیں، ان کے شوہر مولوی اظہر صدیقی ہیں، وہ بھی یہیں رہتے ہیں، مفتی صاحب کی سوا دو برس کی شدید علالت کے زمانہ میں ان سب نے اور خصوصاً صاحبزادی نے خانہ داری کی ذمہ داریوں کے ساتھ مفتی صاحب مرحوم کی جو خدمت دن رات ایک کر کے کی ہے اس کی مثال شاذ و نادر ہی ملے گی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

برہان کی کاپیاں پریس کو جانے والی تھیں کہ یہ حادثہ فاجعہ پیش آگیا، اس لئے کتابت شدہ نظرات کو روک کر یہ چند سطریں رواروی میں لکھ دی گئی ہیں، ورنہ مفتی صاحب پر ایک مفصل مضمون انشاء اللہ جلد ہدیۂ ناظرین ہوگا جس میں راقم مفتی صاحب سے اپنے ساٹھ برس کے عمیق تعلقات کی دلچسپ مگر سبق آموز داستان سنائے گا۔